پیام اقبال Bahria Research Journal on Iqbal Studies (BRJIS)
3(2), 46-59, 2024

فکر اقبال کی روشنی میں مادیت پسندی اور اسلام کے روحانی نظام کا تجزیاتی مطالعہ

An Analysis of Western Materialism and Islamic Spiritualism through Iqbal's Philosophy

Fakhra Tahseen
Government Graduate College for Women Hajipura, Sialkot
fakhrasohail77@gmail.com

Abstract

The study analyzes Western materialism and Islamic spiritualism through Allama Muhammad Iqbal's philosophy to assess the relevance of Iqbal's thoughts in the present times. Allama Iqbal grounded his philosophy and poetry in Islam and offered a comprehensive critique of Western materialism. He adopted a moderate stance, distinguishing himself from contemporary religious schools of thought that either advocated for Muslims to entirely avoid Western materialism or fully conform to it. Iqbal promoted a balanced approach, where religion and worldly affairs complement one another. He emphasized learning from the positive aspects of the West, acquiring scientific knowledge, and gaining worldly wisdom, while prioritizing Islamic spiritualism over Western materialism, intuition over rationalism, and the Islamic economic system over an interest-based economy. Iqbal also championed the Islamic philosophy of asceticism (*faqr*) and based his concept of the self (*Khudi*) on Islamic spiritualism. He highlighted the differences in character training between Western and Islamic educational systems and proposed distinct curricula for women. This study examines how the negative effects of Western materialism can be mitigated and explores how the youth can model themselves on Iqbal's ideals of the "*Mard-e-Momin*" and "*Fatima tuz Zahra*." The study follows a descriptive research analysis technique.

Keywords: Materialism, spiritualism, Iqbal's philosophy, women education, youth education, nationalism

کلیدی الفاظ: مادیت پرستی، روحانیت، تعلیمِ نسواں، نوجوانوں کی تعلیم، مغرب، اقبال، فقر

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اقبال ایک مفکر عظیم شاعر فلسفی اور مصلح قوم تھے۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کی بنیاد اسلام پر رکھی ہے اور مذہب اسلام روحانیت کا مذہب ہے۔ بعثت محمدی ﷺ کا مقصد بھی روحانی تزکیہ ہے اللہ تعالیٰ نے جو روحانیت امت مسلمہ کو عطا کی ہے دوسری امتوں کو عطا نہیں کی۔ روحانیت کا علم ہمیں اللہ تعالیٰ کے قوانین کی طرف رہنمائی کرتا ہے جہاں تک اہل مغرب کی مادیت پسندی اور دنیاوی زندگی کی ترجیح کا تعلق ہے علامہ اقبال نے اس پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ انہوں نے اپنے کلام میں اہل مغرب کے مثبت تجربات سے فائدہ اٹھانے کی تاکید کی ہے اور ساتھ یہ بھی کہ خیر کثیر، حکمت اور علم جہاں سے بھی حاصل ہو اسے حاصل کرنے میں تامل نہیں کرنا چاہئے۔ اقبال کہتے ہیں کہ سائنسی علوم دراصل مسلمانوں کی ایجاد ہیں۔ عرب کے صحرا نشینوں نے علم و حکمت کا جو بیج بویا تھا تو اہل مغرب نے اس کی فصل کاٹ لی۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کی ہی گمشدہ میراث ہیں۔ علامہ اقبال کے افکار کی روشنی میں مغرب کی مادیت پسندی کو بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ ان کے زمانے میں علما کرام کے کیا نظریات تھے۔ ایک مکتبہ

فکر کا کہنا ہے کہ مغرب کی مادیت پسندی سے دور رہ کر اپنے آپ کو مسجد ،مدرسہ اور خانقاہ کی محفوظ پناہ گاہ میں بند کرلینا چاہیے، دوسرا رویہ مغرب کے سامنے مکمل خودسپردگی اور ہم آہنگی کا تھااور تیسرا رویہ آزادانہ اخذ و استفادہ کا تھا جو معتدل رویہ تھا،جودین اور دنیا کو ساتھ لے کر چلتاہے۔ اسی نظریے کے داعی حضرت علامہ اقبال تھے، انہوں نے اسلام کے روحانی نظام کے خصائص کو آفاقی سطح پر اجاگر کیا ۔اقبال کے نزدیک روحانیت یہ ہے کہ بندہ خود کو اللہ کے سامنے صدق دل سے پیش کردے۔ اقبال کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کلام کے ذریعے سے مغربی مادیت پرستی پر زبردست تنقید کی اور اسلام کے روحانی نظام کی حقانیت کو ثابت کیاہے اوردوسری طرف مسلمانوں کو اپنے شاندار ماضی پر فخر کا احساس دلاکر مستقبل کی تعمیر کا تعین کیا۔انہوں نے مغربی تہذیب کی مادیت کی بجائے اسلام کی روحانیت کو واضح کیا ہے ۔جغرافیائی قومیت کارد کر کے ملتِ اسلامیہ کے تصور کو ترجیح دی۔مغرب کے سودی نظام معیشت کی جگہ ریاست مدینہ کے معاشی نظام کو اہمیت دی۔ مذہب و سیاست کی تفریق کی بجائے سیاست کی بنیاد مذہب پر رکھی۔اقبال کے نزدیک خودی وہ نور ہے جو مٹھی بھر خاک کو بھی کیمیا بنادیتاہے۔ آپ نے بچوں، جوانوں اور خواتین کے لیے علیحدہ علیحدہ نصاب کا تعین کیا۔ فکر اقبال میں مقام نسواں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے، انہوں نے خواتین کا اہم کام" انسان سازی" بتایا ہے؛ وہ خواتین کی بے جا آزادی ،بے پردگی پر تنقید کرتے ہیں۔ مساوات مرد و زن کے مخالف نہیں بلکہ وہ اس کے لئے مرد اور خواتین کا دائرہ کار علیحدہ علیحدہ بتاتے ہیں۔ مذکورہ مقالہ میں اقبال کے تصورات کی روشنی میں مادیت پسندی اور اسلام کے روحانی نظام کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیاہے اور دیکھا گیاہے کہ عصر حاضر میں ہم علامہ اقبال کے تصورات سے کس حد تک مستفید ہو سکتے ہیں اور مغرب کی مادیت پسندی کے ہمارے معاشرے پر جو غلط اثرات مرتب ہو رہے ہیں ان پر کس طرح قابو پایا جاسکتا ہے ۔ نیز ہماری نئی نسل خصوصاً نوجوان اقبال کا" مرد مومن" اور خواتین کا" حضرت فاطمہ الزہرہ ؓ"کا اسوہ/ ماڈل کس طرح بن سکتی ہیں۔مقالہ میں بیانیہ، تحقیقی اور تجزیاتی طریقہ اختیار کیا گیاہے۔

مادیت اور روحانیت کا معنی و مفہوم

مادیت کا لفظ مادہ سے ہے وہ چیز جس کو حواس خمسہ سے محسوس کیا جاسکے، وہ اجزاء جن سے کائنات بنتی ہے، وہ اصل چیز جس سے کوئی چیز بنی ہو۔ قوام، بنیادی جنس،طبعیت ،اصلیت، فطری صلاحیت ،جوہر قابلیت ،مادی ٹھوس،عالم محسوس سے تعلق رکھنے والا روحانی کی مانند ہے۔

- مادیت: مادے کی اصل حقیقت سمجھنے کا نظریہ ،مادے کی خصوصیات کا حامل ہونا [1]۔ اصطلاحا کائنات کی ہر وہ چیز جس کا مشاہدہ ہماری ظاہری آنکھ کرتی ہے مادہ کہلاتا ہے۔مادیت سے مراد مادی اجسام، دنیاوی عیش و عشرت سے محبت ہے۔ عموما ہمارے معاشرے میں ہم مادہ کو دنیا، مادیت کو دنیاداری اور مادہ پرست کو دنیادار کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔[2]

- روحانیت سے مراد نفس باطن یا عالم غیب سے تعلق رکھنے والے امور ہیں۔روحانیت مذہبی نقطہ نظر سے یہ ہے کہ انسان عبادات [3] وریاضت کے ذریعے پاکیزگی وطہارت کی اس منزل پر پہنچ جائے جہاں اس کے ظاہر کے ساتھ ساتھ اس کا باطن بھی منور ہو جائے۔[4]

علامہ نے اپنی شاعری کی بنیاد ہی اسلام اور روحانیت پر رکھی۔ پوری دنیا آپ کو شاعر مشرق اور حکیم الامت مانتی ہے۔ مصر کے ڈاکٹر عبدالوہاب عزام جب بھی علامہ اقبال کا کوئی کلام آتا فوراان کا ترجمہ کرتے ۔انہوں نے علامہ اقبال کے فکر و فلسفہ پر ایک کتاب لکھی جس میں علامہ کو شاعر اسلام ،شاعر مشرق ،شاعر حیات ،شاعر انسانیت ،شاعر جہاد ،شاعر حریت،شاعر جلال اور جمال کے القابات سے تعارف کروایا

۔ایران نے بھی علامہ اقبال کو اسلامی انقلابات کے مفکروں میں شامل کیا ہے اور عرب کے علماء نے علامہ اقبال کے کلام کے بارے میں کہا ہے کہ یہ وحی الٰہی کا آئینہ ہے۔[5] مولانا سید ابو حسن علی ندوی اپنی کتاب نقوش اقبال میں لکھتے ہیں کہ اب شاعر کی حد سے نکل کر حکمت کے سدراۃ المنتہٰی تک پہنچ چکا ہے آپ کے کلام میں بصیرت ،موعظت،غار حرا سے ناموس اکبر کی آواز اور جبرائیل امین کا پیام ہے۔علامہ ہندوستان کی آبرو،مشرق کی عزت اور اسلام کا فخر ہیں۔ایسا معروف شاعر، فلسفی،عاشق رسول ﷺ، فلسفہ اسلام کا ترجمان اور کاروان ملت کا ہدی خواں صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے۔علامہ اقبال کو خود بھی احساس تھا کہ اب میرے بعد کوئی دانائے راز شاید ہی آئے، فرماتے ہیں :

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید؟
نسیمی از حجاز آید کہ ناید؟
سر آمد روزگار این فقیری
دگر دانائے راز آید کہ ناید؟[6]

ترجمہ :

گزرا ہوا سرود دوبارہ آتا ہے کہ نہیں؟
حجاز سے پھر وہی نسیمِ سحر آتی ہے کہ نہیں؟
اِس فقیر کی زندگی کا آخری وقت آن پہنچا،
کوئی دوسرا دانائے راز آتا ہے کہ نہیں؟

علامہ اقبال اور روحانیت

کہاں سے تو نے اے اقبالؔ سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا پادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا[7]

علامہ اقبال حضرت جنید بغدادی کی طرح روحانیت اور تصوف میں محتاط رویہ کے قائل تھے۔ آپ تصوف میں باعمل زندگی کے حامی، سخت محنت اور جفاکشی کے قائل تھے۔وہ دنیا سے لاتعلقی رکھنے کو روحانیت کے خلاف سمجھتے تھے ان کی روحانیت مسلمان کو جہاں شناس اور دیدہ وربناتی ہے۔ آپ نے امت مسلمہ میں شعور پیدا کیا،ان کو جہاد اور انقلاب کا درس دیا۔ آپ نے مسلمانوں کو قرآن و سنت کے مطابق اپنا منفرد لائحہ عمل پیش کیا۔ مسلمانوں کے خراب حالات دیکھ کر آپ نے ان کے اندر یہ احساس اجاگر کیا کہ جس قوم کو اللہ تعالی نے تمام ادیان پر غالب ہونے کا فریضہ سونپا وہ قوم خود مغلوب اور دوسرے ملکوں کی ذلت کو برداشت کر رہی ہے۔ اقبال نے مسلمانوں کو ان کی عظمت رفتہ اور شان وشوکت یاددلائی ہے، قوموں کی ترقی کے اسرار ورموز سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ مسلمانوں میں قوت عمل کمزور پڑ چکی تھی یہی وجہ ہے کہ ہم سے ستاروں کے جگر چاک نہیں ہوتے، ہمارے ذکر وفکر نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں میں روحانی وقار ختم ہو چکا ہے۔ قلندرانہ اور سکندرانہ جلال جو مسلمانوں کی ضروریات میں ہے اب باقی نہیں رہا،صوفیوں کی طریقت میں مستی احوال ہے تو ملا کی شریعت میں فقط شوخی گفتار ہے مگر پوری قوم میں کردار کا فقدان ہو گیا ہے۔ اقبال نے اپنے کلام میں مسلمانوں کے لیے "صور اسرافیل" کی طاقت حاصل کی اور مردہ قوم میں دوبارہ

جان ڈال دی۔ علامہ اقبال نے مسلمانوں کی انتہا پسندانہ مذموم عقائد کے خلاف آواز اٹھائی اور فرزندان اسلام کو شریعت کے مطابق ہموار راستہ اختیار کرنے کی تلقین کی۔

علامہ اقبال حقیقت میں ایک درویش منش شاعر تھے اور صوفی بزرگ تھے، اپنے متعلق کہتے ہیں،" اگرچہ لوگ بدقسمتی سے مجھے بحیثیت ایک شاعر کے جانتے ہیں لیکن میں شاعر کی حیثیت سے شہرت کا آرزومند نہیں ہوں[8]"۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ اگر میری روح کے عمیق ترین خیالات کبھی پبلک پہ ظاہر ہو جائیں اور اگر وہ باتیں جو میرے دل میں پوشیدہ ہیں کبھی سامنے آجائیں تو مجھے یقین ہے کہ دنیا میرے انتقال کے بعد ایک نہ ایک دن بالضرور میری پرستش کرے گی وہ میری کوتاہیوں کو بھلادے گی اور آنسوؤں کی شکل میں خراج تحسین ادا کرے گی۔[9] اپنے بارے میں کہتے ہیں

اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہُوا
قلندری سے ہُوا ہے، تو نگری سے نہیں[10]

حقیقت یہ ہے کہ آج کے عالم اسلام کا اگر کسی مسلمان پر دین حق کا بہترین ترجمان ہونے کا اجماع ہے تو وہ علامہ اقبال ہیں۔

اقبال اور مادیت

اقبال کی شاعری کی بنیاد اسلام ہے اور اسلام دین و دنیا کا حسین امتزاج ہے۔یعنی دونوں کو ساتھ ساتھ لیکر چلتا ہے۔ ربنا آتنا فِي الدُّنْيا حَسَنَةً وفي الآخرة حَسَنَةً وَقِنا عذاب النّارِ ایک سچے مسلمان کی زندگی اسی دعا کے مصداق ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کا مادیت اور روحانیت کے حوالے سے معتدل رویہ تھا۔ انہوں نے اہل مغرب کی مادی / دنیاوی زندگی میں مثبت اور اچھے پہلوؤں کو تلاش کیا اور اپنایا بھی۔ منفی پہلوؤں پر نہ صرف دلائل کی بنیاد پر تنقید کی بلکہ اپنے قارئین کو اس کے منفی نتائج سے آگاہ کیا۔ بیسویں صدی میں یہ کام اقبال نے کیا جبکہ یہی کام امام غزالی نے اپنے زمانے میں یونانی فکر و فلسفہ کے ساتھ کیا۔ انہوں نے اس فلسفہ پر تنقید کر کے اور دوسری طرف منطق کے اسلوب استدلال سے کام لے کر اسلامی تصورات کی وضاحت کی۔ اقبال نے رہبانیت اور اسکے ظہور کے اسباب پر گفتگو کی؛ انہوں نے کہا حقائق زندگی سے فرار درست نہیں ہے۔

علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے چونکہ انسان کی فطرت کو تمام جہات سے بلند تر بنایا ہے اس لئے ساری کائنات اس کا طواف کرتی ہے مسلمانوں کی صلاحیتیں ملت اسلامیہ کے اصولوں کے ذریعے بڑھتی رہتی ہیں۔ اس سے انسان کی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے کہ تو اللہ تعالی سے رزق مانگ، غیر سے نہیں۔ مستی عشق اللہ تعالی سے طلب کر شراب سے نہ مانگ۔ علامہ اقبال مسلمانوں کو مادیت کا طلب گار ہونے سے منع فرماتے ہیں کیونکہ اسکا طلب گار ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

اقبال کا مادیت کا رد واضح ہے: جو لوگ مادی دولت اور مال کے پیچھے بھاگتے ہیں وہ آخر کار رسوائی کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کے بجائے، وہ مسلمانوں کو اپنی صلاحیتوں اور خواہشات کو اعلیٰ مقاصد کے ساتھ تیز کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ روحانی اور اخلاقی اقدار میں جڑا ہوا عشق ہی ایک رہنما کی حقیقی دولت ہے، جو اسے کمال تک پہنچنے کے لیے صبر اور طاقت دلاتا ہے۔ اقبال ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ اسلام مذہب اور دنیاوی امور دونوں کی ذمہ داریوں کو یکجا کرتا ہے، دونوں کے درمیان ہم آہنگی کا توازن پیدا کرتا ہے۔

قرآن وسنت سے محبت

علامہ اقبال کو قرآن و سنت سے بہت محبت تھی انکی شاعری کی بنیاد یہی دونوں چیزیں تھیں۔علامہ اقبال فرماتے تھے کہ اسلام پر قائم رہنے سے انسان مسلمان بنتا ہے اور قرآن کا پڑھنا صرف اسی وقت فائدہ دیتا ہے کہ جب قاری یہ محسوس کرے کہ گویا قرآن اس پر نازل ہو رہا ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن[11]

(ترجمہ:اگر تم مسلمان کی زندگی گزارنا چاہتے ہو تو قرآن کریم کو زندگی کا حصہ بنائے بغیر ایسا ممکن نہیں)۔اقبال فرماتے ہیں کہ دراصل قرآن مجید قلب کے راستے سے ہی شعور میں داخل ہوتا ہے اور دماغ کی راہ سے بھی سمجھ میں آتا ہے، مطلب یہ کہ حقائق کا ادراک، علم اور فکر و تجربے اور مشاہدہ کی روشنی میں سمجھ میں آتا رہے گا۔ قرآن مجید تمام حقائق کی جامع ہے، جو ہمارے ادراک میں آچکے ہیں اور وہ بھی جن کا ادراک میں آنا ابھی باقی ہے۔[12] اقبال کے نزدیک تفکر فی القرآن سے مسلمان کو قرآن کے سمندر سے ہزاروں موتی حاصل ہوتے ہیں۔اگر مسلمان روحِ قرآنی کو حاصل کر لیں تو انہیں ہر نعمت اور حکومت مل سکتی ہے لیکن اس کے لیے پہلے خود کو بدلنا ہو گا۔فرماتے ہیں:

قُرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار[13]

اقبال کی شاعری اسلام کی گہری عکاسی کرتی ہے، جس کی جڑیں قرآن کی تعلیمات اور اس کی ماحاصل میں گہری ہیں۔ مرد مومن کے بارے میں ان کا تصور کوئی اور نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا مجسم نمونہ ہے۔ اقبال کا عشقِ رسولؐ بے مثال ہے، اور ان کی تعریف محض مدح سرائی سے بالاتر ہے۔اقبال عشق مصطفیٰ ﷺ میں اس حد تک بڑھ گئے کہ خدا کی ہستی کے اثبات و اقرار کے لیے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کو دلیل بناتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے پیغمبر، جن کے دشمنوں نے بھی ان کے سچ کی گواہی دی، نے جب فرمایا کہ خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے تو خدا کی ہستی یقینا ہے۔[14] یہ عقیدت، تعظیم، اور پیغمبر کے پیغام کی فکری سلامتی کی خواہش کا دلی اظہار ہے۔ اقبال کی آرزو صرف نبی کی تعظیم ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کو اسمِ محمد ﷺ اور اس پیغامِ عمل اور مقصد سے منور کرنا ہے جو وہ انسانیت کے لیے لائے تھے۔ ان کی شاعری مسلمانوں کو پیغمبر کی روحانی اور اخلاقی میراث سے دوبارہ جڑنے کی ترغیب دینے کی کوشش کرتی ہے، انہیں ان اقدار کے مطابق زندگی گزارنے کی ترغیب دیتی ہے جو حقیقی ایمان اور قیادت کی وضاحت کرتی ہیں۔

سنت کی حیثیت

علامہ فرماتے ہیں کسی قوم کا استحکام اس کے قوانین اور آئین کے حق پرست بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔ اسلام میں سنت رسول کو آئین حق ہونے کا مقام حاصل ہے۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لیے ید بیضا اور عصا کی حیثیت رکھتی ہے شریعت کے علم سے ہی مسلمانوں کو عمل پر قدرت حاصل ہوتی ہے افراد ملت کے لیے شرع اسلامی ایمان کا زینہ ہے جس سے ایمان کے مختلف مقامات پر مسلمانوں کو

پختگی حاصل ہوتی ہے ہے قرآن اور سنت دو ایسے انعامات ہیں جو اللہ تعالی نے مومنوں کی زندگی کو کٹھن راہوں سے گزارنے کے لیے تجویز کیے ہیں۔[15]

برگ و سازِ ما کتاب و حکمت است
ایں دو قوت اعتبار ملت است[16]

ترجمہ: ہمارا اثاثہ حیات قرآن کریم اور حکمت ہے–انہی دو قوتوں سے ملتِ اسلامیہ کا وقار اور بھرم ہے۔

علامہ اقبال اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشق کی حد تک تعلق قائم کر لیتے تھے، آپ فرماتے ہیں ہم مکہ مکرمہ حج کے لیے جاتے ہیں کہ نبی کریم صل وسلم نے حکم دیا ہے ورنہ ہماری منزل تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔[17] اقبال کا فلسفہ، قرآن و سنت میں گہری جڑیں رکھتا ہے، مادیت پرستی پر سخت تنقید کرتا ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اگرچہ مادی ترقی فطری طور پر غلط نہیں ہے، لیکن روحانی ترقی کی قیمت پر دنیاوی فوائد کی اندھی جستجو امت مسلمہ کے لیے خطرہ ہے۔ اقبال کے مطابق، مادیت انسانیت کو اس کے الہامی مقصد سے منقطع کر دیتی ہے۔ قرآن اور سنت، اللہ کی طرف سے لازوال تحفے کے طور پر، ایسی رہنمائی پیش کرتے ہیں جو مادی خواہشات سے بالاتر ہے، مومنوں کو روحانی فضیلت اور اخلاقی سالمیت پر توجہ دینے کی تاکید کرتے ہیں۔ اقبال متنبہ کرتے ہیں کہ ان الہامی اصولوں کی پاسداری کے بغیر مادی دولت کا حصول ذلت اور پستی کا باعث بنتا ہے۔ اس کے بجائے، وہ مسلمانوں کو روحانی نظم وضبط کے ساتھ دنیاوی مشاغل میں توازن پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، کیونکہ حقیقی کامیابی ایمان کے ذریعے اندرونی طاقت اور کردار کی نشوونما میں ہے، نہ کہ دولت جمع کرنے سے۔

علامہ اقبال کا نظریہ فقر

اقبال نے اپنے کلام میں مختلف مقامات پر خود کو قلندر اور فقیر کہنا زیادہ پسند کیا ہے آپ نے اپنی قوم پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ فقر اسلامی ضابطہ حیات پر سختی سے عمل پیرا ہونے کا نام ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ ان کے نزدیک پورا اسلام فقر کی بنیادوں پر استوار ہے وہ مسلمانوں سے سادہ زندگی بسر کرنے کی توقع رکھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی زندگیاں روشن مثالیں تھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی گھڑ سوار کا چابک زمین پر گر جائے تو وہ یہ خواہش نہ کرے کہ کوئی دوسرا چابک اٹھا کر دے بلکہ خود گھوڑے سے اترے اور چابک اٹھائے تاکہ وہ مستقبل میں دوسروں پر انحصار نہ کرے۔

اقبال کے نزدیک فقر ترک دنیا یا ترک علائق کا نام نہیں ہے اور نہ ہی رہبانیت کو فقر کہتے ہیں البتہ اسمیں مطالعہ کائنات اور مطالعہ ذات کے لیے کچھ وقت خلوت نشینی میں گزارا جاتا ہے۔ اقبال کے نزدیک جب تک امت مسلمہ مادیت پرستی کو خیر باد نہیں کہتی اور اسلامی فقر اختیار نہیں کرے گی وہ ہمیشہ زوال کی طرف گامزن رہے گی۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیّری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دِین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رُہبانی
یہی ہے مرنے والی اُمتوں کا عالَمِ پیری[18]

فکر اقبال کی روشنی میں مقام نسواں:

کسی قوم کی ترقی اسکی خواتین کی تربیت، عادات اور کردار پر محضر ہے حضرت رابعہ بصری سے کسی نے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ خواتین کو نبوت اور رسالت کے مقام نہیں دیئے گئے: آپ نے فرمایا: "یہ مقام کیا کم ہے کہ عورتیں نبی نہیں بنا کرتی بلکہ نبیوں کو جنا کرتی ہیں"۔ اقبال عورت کی بے جا آزادی اور بے پردگی کے خلاف ہے۔ آپ کہتے ہیں جس قوم کی عورتیں مہذب، دیندار، عفت شعار اور فرض شناس ہوں تو اس قوم سے بے شمار ہونہار بچے تربیت پا کر ملک کی باگ دوڑ سنبھالیں گے اور ملک کی عزت کو چار چاند لگادے گے۔ جس قوم کی عورتیں خود آرائی میں الجھ جائیں اس قوم کا انجام موت ہے۔ مسلمانوں نے اس برائی کو فرنگیوں سے سیکھا جو خود زوال کا شکار ہیں۔

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ اُمومت
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت
جس عِلم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اُسی علم کو اربابِ نظر موت[19]

اقبال خواتین کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ قوم کی عزت وناموس تجھ سے ہی وابستہ ہے اور ہمارے شمع دان کی روشنی تیرے ہی دم سے ہے عصر حاضر کی برائیوں سے خود کو محفوظ رکھ اور اپنی قوم کے فرزندوں کو آرام کے ساتھ کنارے لگا تیری فطرت بلند میں خدا نے بہت سی صلاحتیں رکھی ہیں۔ تجھے چاہیے کہ خاتون جنت حضرت فاطمہؓ کے طریقے پر چل تاکہ تیری شاخ سے ایک بار پھر حضرت امام حسین جیسے پھل نمودار ہوں۔

خواتین کو بااختیار بنانے کے بارے میں علامہ اقبال کا نقطہ نظر، جب مادیت کی عینک سے دیکھا جاتا ہے، تو معاشرے میں خواتین کے محض معاشی یا مادی کاموں تک محدود ہونے پر گہری تنقید کرتا ہے۔ اقبال کا خیال تھا کہ مادیت پرستی جو کہ روحانی اور اخلاقی ترقی پر دنیاوی کامیابی اور مادی املاک کو ترجیح دیتی ہے، نے معاشرے میں خواتین کے حقیقی کردار اور قدر کو مسخ کر دیا ہے۔ ایک ایسی دنیا میں جو تیزی سے مادیت پسندانہ تعاقب سے چلتی ہے، انہوں نے خاندان اور معاشرے میں اخلاقی اور روحانی اقدار کی پرورش میں خواتین کے منفرد کردار کو نظر انداز کرنے کی قیمت پر ان کی معاشی سرگرمیوں میں شرکت کو عوام الناس میں ان کی آزادی کے مترادف بنتے دیکھا۔ اقبال نے استدلال کیا کہ بااختیار بنانے کا مادیت پسندانہ نظریہ، جو مادی فائدے سے ترقی کی پیمائش کرتا ہے، خواتین کی گہری روحانی صلاحیتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اقبال کے نزدیک خواتین دراصل آنے والی نسلوں کے اخلاقی تانے بانے کی محافظ ہیں۔ انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ خواتین کے حقوق کے لیے صرف مادیت پسندانہ رویہ امت مسلمہ کے لیے ان کی روحانی اور فکری شراکت کے جوہر کو کمزور کر دے گا۔

خواتین کو بااختیار بنانے کے تناظر میں مادیت پرستی کے بارے میں اقبال کی فکر آزادی کے مغربی تصورات پر ان کی تنقید تک پھیلی ہوئی تھی، جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ وہاں انفرادیت اور استعمال پر مبنی ثقافت کو فروغ دیا گیا ہے۔ آپ نے دلیل دی کہ ایسے معاشروں میں خواتین کو اپنی روحانی اور خاندانی ذمہ داریوں کی قیمت پر خود تسکینی اور مالی آزادی حاصل کرنے کو ترجیح دینے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اقبال کے نزدیک خواتین کی حقیقی بااختیاریت مادی دولت یا کامیابی کے مغربی معیارات کے حصول میں نہیں بلکہ ان کی اندرونی روحانی طاقتوں اور معاشرے کے اخلاقی اور اخلاقی مستقبل کی تشکیل میں ان کے مرکزی کردار کا ادراک کرنے میں ہے۔ آپ نے ایک متوازن نقطہ نظر کا تصور دیا، جہاں خواتین اس مادیت پرستی، جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ اس سے ان کی روحانی سالمیت ختم ہو جائے گی، کا شکار ہوئے بغیر عوامی زندگی

اور فکری کاموں میں حصہ لے سکتی ہیں۔ خواتین کے لیے اقبال کا آئیڈیل کامیابی کی مادیت پسند تعریفوں سے اوپر اٹھ کر معاشرے میں اس طرح اپنا حصہ ڈالنا تھا جس سے ان کی روحانی اور فکری قدر کا احترام کیا جائے، اس طرح آنے والی نسلوں کی اخلاقی ترقی کو یقینی بنایا جائے۔

علامہ اقبال آفاقی سوچ کے علمبردار تھے

وہ اسلام کو ایک عالمی مذہب کے روپ میں دیکھنا چاہتے تھے ان کے نزدیک دنیا کے تمام مذاہب صرف اپنے پیروکاروں کو ہی مخاطب کرتے ہیں اور ان کی اصلاح پر ہی فوکس کرتے ہیں لیکن دین اسلام پوری دنیا کے مفاد کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اقبال اپنی قوم کے لوگوں کو وسیع سوچ اپنانے کی تلقین کرتے ہیں لوگ کہتے تھے کہ مذہب ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے کبھی عورتوں کے پردے کو قومی ضیاع سے تعبیر کرتے کبھی یہ بات پھیلا دیتے ہیں کہ ہماری زبان ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ترقی کرنے والی قوم کے راستے میں اس قسم کی چیزیں کبھی حائل نہیں ہوتیں ایک بلند اور محنتی قوم کے ارادہ کو کوئی رکاوٹ نہیں توڑ کر سکتی۔[20]

نظریاتی بنیادوں پر ملت کی تشکیل:

اسلام ایک جامع طرز زندگی پیش کرتا ہے جو نسلی یا قومی حدود سے بالاتر ہو کر مسلمانوں کو ان کے مشترکہ عقیدے، اقدار اور دنیا کے لیے بصیرت کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ باندھتا ہے۔ ان کا ماننا تھا کہ امت مسلمہ کو خود آگاہی (خودی) اور خدائی مقصد کی بنیادوں پر استوار ہونا چاہیے۔ اس لحاظ سے مسلم قوم کی تشکیل محض ایک سیاسی یا علاقائی واقعہ نہیں ہے بلکہ ایک نظریاتی اتحاد ہے جو اجتماعی روحانی ترقی اور اخلاقی ذمہ داری پر مرکوز ہے۔ اقبال نے اسلام کو انفرادی بااختیاری اور سماجی اصلاح دونوں کے ایک ذریعہ کے طور پر دیکھا، جس کا مقصد ایک منصفانہ معاشرہ تشکیل دینا ہے جو مساوات، انصاف اور ہمدردی کے اصولوں پر کاربند ہو۔

اس کے برعکس، مادیت پرستی مسلم قوم کی اس نظریاتی تشکیل کے لیے براہ راست خطرہ ہے، کیونکہ یہ روحانی اقدار پر دنیاوی خواہشات کے حصول کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ اقبال نے مال، طاقت اور جسمانی تسکین پر زور دینے کے لیے مادیت پر تنقید کی، جو ان کے خیال میں انفرادی کردار اور اجتماعی سالمیت دونوں کے زوال کا باعث بنی۔ ان کا خیال تھا کہ مادیت پسندانہ ذہنیت مسلمانوں کو ان کے حقیقی مقصد سے ہٹا دیتی ہے جو کہ خدا سے تعلق کے ذریعے خودی کا ادراک ہے۔ اقبال نے استدلال کیا کہ مادیت پسندانہ اصولوں پر استوار مسلم قوم لامحالہ روحانی اور اخلاقی زوال کا شکار ہو جائے گی، اپنی شناخت اور اعلیٰ مقاصد کا احساس کھو دے گی۔ لہٰذا، آپ نے روحانی بیداری اور اخلاقی عمل پر مبنی زندگی کے حق میں مادیت کو مسترد کرنے پر زور دیا، جسے وہ امت مسلمہ کی تجدید اور اتحاد کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔ وطنیت کی بنیاد پر قوموں کی تشکیل اور جغرافیائی مفادات کے حصول کے لیے اقوام کے مابین کشاکش اقبال کی رائے میں مغرب کی دین ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جہاں جہاں وطن کی بنیاد پر ملتیں اور قومیں تشکیل دی گئی ہیں وہاں اخوت اور بھائی چارہ کی جڑیں کٹتی چلی گئی ہیں۔ ہماری قومیت کا اصل اصول نہ اشتراک زبان ہے نہ اشتراک وطن نہ اقتصادی اغراض کا اشتراک بلکہ ہم اس برادری میں سے ہیں جو جناب رسالت مآب ﷺ نے قائم فرمائی اس لیے کہ ظاہر کائنات کے متعلق ہم سب کے معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے۔

نہ افغانیم و نی ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم

تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
کہ ما پروردۂ یک نو بہاریم[21]

ترجمہ: ہم نہ افغان ہیں اور نہ تُرک و تاتار ہیں، ہم چمن زادے ہیں اور ایک [ہی] نو بہار سے ہیں۔ رنگ و بو کی تمیز ہم پر حرام ہے، کیونکہ ہم ایک [ہی] شاخسار کے پرورش یافتہ ہیں۔

ان کے نزدیک وطنیت کی پوجا کا نظریہ غیر اسلامی ہے اور دین مصطفوی کو غارت کرنے والا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو کہا کہ وہ اس نظریے کو خاک میں ملا دیں۔

یہ بُت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبَوی ہے
بازو ترا توحید کی قوّت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے، تُو مصطفوی ہے[22]

علامہ اقبال آج کے دور کے تصور وطنیت کی بجائے نظریاتی بنیادوں پر ملت کی تشکیل دینے کے حامی ہیں۔ اس تصور کو دنیا میں رائج کرنا معرکہ خیبر سے بھی بڑھ کر ہے۔ خیبر میں صرف یہودیوں سے واسطہ تھا۔ عصر حاضر میں یہودی اور ہندو قوم اس تصورِ وطنیت کے بہت بڑے داعی ہیں۔ نظریاتی بنیادوں پر ملت کی تشکیل دینے کے لئے اقبال کسی حیدر کرار کے منتظر ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ خود ہی اس معرکہ کے حیدر کرار ثابت ہوں۔[23]

تہذیب مغرب پر تنقید:

اقبال کا ایک بڑا موضوع تہذیب مغرب پر تنقید ہے اگرچہ وہ مغرب کی ترقی اور علوم کے معترف تھے لیکن انہوں نے مغربی تہذیب کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کی مسلمانوں کو یقین دلایا کہ یہ تہذیب لب گور ہے اسے تباہی سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتا کیونکہ اس کی بنیاد مادیت پرستی ہے، کہتے ہیں:

یورپ میں بہت روشنیِ علم و ہُنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظُلمات
رعنائیِ تعمیر میں، رونق میں، صفا میں
گِرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات
ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جُوا ہے
سُود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات[24]

اقبال مغربی معاشرت کی حقیقت کو بے نقاب کرتے ہیں۔ دور حاضر کے عالم اسلام میں اقبال نیا آدمی ہے جس نے عقل، وجدان اور بصیرت و حمیت کے پیمانوں سے اس مادیت پرستی پر منحصر مغربی تہذیب اور اس کے اثرات کا تنقیدی جائزہ لیا۔[25] اقبال مغرب کے نامور فلسفیوں سے ببانگِ دہل اختلاف کرتے ہیں اور ان کے فلسفے کی بنیادی کمی بیشی کو واضح کرتے ہیں۔ نطشے کے متعلق آپ کہتے ہیں:

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں
تو اقبالؔ اس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے[26]

نظریہ تعلیم کی بنیاد

اقبال اپنے نظریہ تعلیم کی بنیاد دین کو بتاتے ہیں۔ اسلامی نظریہ تعلیم کا مقصد انسان کو کار گر حیات میں فعال اور متحرک بنانا اور روزمرہ زندگی میں پیش آمدہ مصائب و مشکلات سے بطریق احسن عمدہ بر آ ہونے کے لیے تیار کرنا ہے۔ اقبال بھی تعلیم کا یہی مقصد بیان کرتے ہیں اور رائج تعلیمی نظامات پر اس مقصد سے انحراف پر تنقید بھی کرتے ہیں۔ آپ ایسے تعلیمی نظام کی جو خودی کی پرورش اور استحکام کی بجائے مادیت پرستی پر زور دیتا ہے، کے دیرپا نتائج سے قوم کو خبردار کرتے رہے ہیں:

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مُروّت کے خلاف
اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف
فِطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملّت کے گُناہوں کو معاف[27]

یہ چند شعر اقبال کے نظریات تعلیم و تربیت کے بارے میں مجمل و مختصر اشارات پر مشتمل ہیں، پھر بھی جہاں تک ہم کہتے ہیں ان نظریات میں قدیم و جدید جملہ ماہرین تعلیم کا خلاصہ موجود ہے اگرچہ:

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری، قصّۂ جدید و قدیم[28]

فکر اقبال کی روشنی میں تعلیم و تربیت کے مقاصد

کسی فرد کی زندگی میں مقاصد بہت اہمیت کے حامل ہیں جس قدر مقاصد اعلیٰ ہوں گے اچھی سوچ اور اچھے اعمال وقوع پذیر ہونگے۔ فکر اقبال کی روشنی میں تعلیم کا مقصد، علم کا حصول، روشن خیالی، تخلیقی صلاحیتوں کو بڑھانا اور انفرادیت کی نشوونما ہے۔ ان کے نزدیک انفرادیت کی نشوونما اس طرح ہوتی ہے کہ فرد تخلیقی مقاصد کو سامنے رکھے ان کی تکمیل کے لئے مختلف فعالیتوں کو بروئے کار لائے۔ یہی مقاصد فعالیتوں کی نوعیت بناتے ہیں اس طرح رغبت کی طاقت بڑھتی ہے۔ انسان کے اندر نئی خواہشات، امنگیں اور بلند تصورات جنم لیتے ہیں۔ ان خواہشات کی تکمیل کے تحت جو فعالیتیں سرزد ہوتی ہیں اس سے انسان میں خود شناسی یا خودی پیدا ہوتی ہے۔ نظام تعلیم جب نئے خیالات، نظریات اور مقاصد پانا

چھوڑے گا اس وقت کردار کی نشو نما، آزادی اور تحقیق ختم ہو جائے گی۔ اقبال کے تصور کے تحت یہ مقاصد فرد کی ارتقائی فعالیتوں سے نکلتے ہیں جن کا تعلق اس کے حالات، ثقافت، ترقی پذیر خیالات اور مشاہدات سے ہوتا ہے۔ دوسرے مقاصد طلبہ کی فطرت پر بھی منحصر ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ان کا تعلق ان کی پیشہ ورانہ تربیت سے بھی ہوتا ہے۔ اقدار انسان کے حالیہ مشاہدات پر مبنی ہوتے ہیں۔ فرد حالات کے تحت مسائل کو حل کرنے کی خواہش کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے تحت رہنمائی اور ذہانت سے حالات کو بدلے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے ماضی کے اقدار و اصول کا دامن نہ چھوڑے۔ فرد کی فعالیتیں اس کے مطابق ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ مواقع فرد کے لیے معاشرتی روابط مہیا کرتے ہیں۔ انسان اکیلا رہ کر کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ معاشرے میں دوسرے افراد کے ساتھ رہتا ہے۔ اپنے نظریات کو سوسائٹی کے ساتھ وابستہ کر کے دیکھتا ہے۔ اسے صرف اپنی حد تک محدود نہیں رکھتا۔ اقبال کے ہاں ایک مثالی سوسائٹی کا تصور ملتا ہے جو جمہوری ہے مگر اس کے سامنے جمہوری سوسائٹی کا تصور تکمیل مقصد نہیں بلکہ یہ کردار کی نشو نما کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ سوسائٹی افراد کی خود غرضی کے تحت قائم نہیں رہ سکتی بلکہ اس کی بقا کے لیے اس کے تمام اراکین کی ذہنی مطابقت اور اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔ تعلیم فرد کی نشوونما کے لیے حرکی، تدریجی و ترقی پذیر تعامل مہیا کرتی ہے۔

اقبال کے نقطہ نظر میں تعلیم و تدریس کا بنیادی مقصد انسانوں میں خود شناسی اور روحانی بیداری پیدا کرنا ہے۔ آپ کے نزدیک، تعلیم محض مادی فائدے کے لیے علم حاصل کرنے کے لیے نہیں، بلکہ زندگی میں اپنے مقاصد کی گہری سمجھ پیدا کرنے اور خدا کے ساتھ تعلق کو فروغ دینے کے لیے ہے۔ آپ کا ماننا ہے کہ حقیقی تعلیم طلباء کو ان کی اندرونی صلاحیتوں پر غور کرنے، بہترین کارکردگی کے لیے کوشش کرنے اور معاشرے کی بہتری کے لیے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی ترغیب دینی چاہیے۔ اس لحاظ سے تعلیم کردار کی تعمیر، اخلاقی اقدار کو بڑھانے اور امت مسلمہ کے تئیں اجتماعی ذمہ داری کے احساس کی حوصلہ افزائی کا ذریعہ ہے۔ اقبال نے اس بات پر زور دیا کہ تعلیم و تربیت افراد کو فکر کی آزادی، ضبط نفس اور جابرانہ نظام کو چیلنج کرنے کی ہمت کی طرف رہنمائی کرے۔

اقبال نے ایک ایسے تعلیمی نظام میں سنگین خطرہ دیکھا جو خالصتاً دنیاوی کامیابی، دولت اور حیثیت پر مرکوز ہو۔ آپ نے دلیل دی کہ اس طرح کا نقطہ نظر روحانی خلا اور اخلاقی مقاصد کی کمی کو فروغ دیتا ہے، جو بالآخر خود غرضانہ عزائم اور لالچ سے چلنے والے معاشرے کی طرف لے جاتا ہے۔ اقبال کا خیال ہے کہ جب تعلیم کو مادیت پرستی کی طرف راغب کیا جاتا ہے تو یہ غیر ضروری موافقت (conformity) کو فروغ دیتا ہے، تخلیقی صلاحیتوں کو دباتا ہے اور افراد کو ان کی روحانی جڑوں سے دور کر دیتا ہے۔ اقبال کے مطابق اس قسم کی تعلیم ایسے افراد پیدا کرتی ہے جن کا تعلق اندرونی ترقی کے بجائے صرف بیرونی کامیابیوں سے ہوتا ہے۔ اس طرح، آپ نے ایک ایسے تعلیمی نظام پر زور دیا جو اخلاقی اور روحانی ترقی کو مادیت پرستی پر ترجیح دیتا ہے، جس کا مقصد ایسے افراد کی تشکیل کرنا ہے جو انصاف، ہمدردی اور اخلاقی اقدار پر مبنی معاشرے میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔

تعلیم نسواں

اقبال عورتوں کی تعلیم کو ناگزیر خیال کرتے ہیں۔ ان کا نظریہ تھا کہ لڑکیوں کے لئے ایسی تعلیم کا اہتمام کیا جائے جس کی وجہ سے مسلم معاشرے کی خاندانی فضا، مغربی تہذیب کے اثرات بد سے محفوظ رہ سکے۔ وہ اس بات کو بہت ضروری خیال کرتے ہیں کہ لڑکیوں کو ابتدا میں مذہبی تعلیم دی جائے اور اس کے بعد انھیں تاریخ اسلامی، علم تدبیر خانہ داری اور علم اصول حفظان صحت پڑھایا جائے۔ اس سے ان کی دماغی صلاحیتیں اس حد تک نشو و نما پائیں گی کہ وہ اپنے شوہروں سے تبادلہ خیالات کر سکیں گی اور وہ تمام فرائض جو عورت کے فرائض اولین ہیں بحسن و

خوبی انجام دینے کے قابل ہو جائیں گی۔ وہ تمام مضامین جو عورت کی نسوانیت کی نفی کرتے ہوں یا اسے حلقہ اسلام سے آزاد کرانے والے ہوں وہ نصاب تعلیم سے خارج کر دینے پر اقبال نے بہت زور دیا ہے نیز مخلوط تعلیم کے لیے علامہ اقبال کسی قیمت پر تیار نہ تھے۔

اقبال نے خواتین کی تعلیم کو ضروری سمجھا لیکن وہ ایک ایسے تعلیمی نظام پر تنقید کرتے تھے جو صرف مادیت پر مبنی مقاصد پر مرکوز تھا۔ ان کا ماننا تھا کہ اگر خواتین کی تعلیم خالصتاً معاشی کامیابی یا سماجی حیثیت کی خواہش سے چلتی ہے، تو یہ روحانی گہرائی اور اخلاقی مقصد سے خالی اتھلے وجود کی طرف لے جاتی ہے۔ اقبال نے متنبہ کیا کہ خواتین کی تعلیم کے لیے اس طرح کا نقطہ نظر ایسے افراد کو پیدا کرے گا جو اپنی فطری روحانی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے بجائے دنیاوی فوائد اور ظاہری نمود و نمائش کے لیے زیادہ فکر مند ہوں گے۔ ان کا ماننا تھا کہ صرف مادی کامیابیوں پر توجہ مرکوز کرنے سے خواتین مستقبل کی نسلوں کی پرورش کرنے والے اپنے فطری کردار سے الگ ہو جائیں گی اور اس طرح معاشرے کے اخلاقی تانے بانے میں خلل پڑے گا۔ اقبال کے نزدیک خواتین کی تعلیم کا مقصد مادیت پسندانہ لحاظ سے انہیں افرادی قوت کے لیے تیار کرنے تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کی فکری اور روحانی نشوونما بھی کرنا چاہیے۔

اقبال عورت کی ایسی تعلیم کے موید تھے جو ان کے مخصوص فرائض مثلاً تربیت اولاد، امور خانگی اور مشاورت شوہر کی حسن ادائیگی میں معاون ہو۔ اولاد کی تربیت میں ماؤں کا غیر معمولی حصہ ہے، اقبال اس امر کو بے حد اہمیت دیتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ عورتوں کو مناسب دینی تربیت دی جائے اور انہیں تربیت اولاد کے اصول سکھائے جائیں۔ آپ بڑی دلسوزی سے خطاب فرماتے ہیں کہ خواتین کی تعلیم کی اہمیت مردوں سے زیادہ ہے۔ مرد کی تعلیم ایک فرد کی تعلیم ہے جبکہ عورت کو تعلیم دینا حقیقت میں تمام خاندان کو تعلیم دینا ہے۔ عورت تمدن کی جڑ اور بنیاد ہے، وہی قوم کی حقیقی معمار ہے۔ آنے والی نسلوں کی سیرت و کردار کی تشکیل کے لیے خواتین کا خود زیور تعلیم سے آراستہ ہونا ضروری ہے۔ اس کے لیے دینی تعلیم کا حاصل کرنا ناگزیر ہے وہ تعلیم جو عورت کو تدبیر منزل اور بچوں کی تربیت سے دور کر دے وہ اس کو معاشرے کے لئے نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ اقبال اس بات پر فکر مند تھے کہ مادیت پسند تعلیم خواتین کو انفرادی اور خود غرض مقاصد کے حصول کی ترغیب دے گی، جو خاندان اور معاشرے کے لیے اپنی بڑی ذمہ داریوں سے منقطع ہو گی۔ اقبال کا خیال تھا کہ خواتین کو، اپنے بچوں کی پہلی معلم کے طور پر، ایک اچھی تعلیم حاصل کرنی چاہیے جو ان کی آنے والی نسلوں میں ہمدردی، انصاف اور اخلاقی سالمیت کی اقدار کو فروغ دینے میں مدد کرتی ہے۔ لہٰذا، اقبال نے جہاں خواتین کی تعلیم کی حمایت کی، وہاں مادیت پرستانہ تجدیدی تعلیم پر تنقید بھی کی جس کا مقصد عورت کو اس انداز میں ڈھالنا ہے جو معاشرے کی اخلاقی اور روحانی ترقی کی تشکیل میں ان کے کردار کو کم کرتا ہے۔

جس عِلم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اُسی علم کو اربابِ نظر موت[29]

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے مقاصد

اقبال کے نزدیک نوجوان کی تعلیم کا اہم مقصد انفرادیت کی تعمیر ہے۔ انفرادیت کی نشوونما ایک تخلیقی عمل ہے جس میں ہر فرد کو متحرک رہنا چاہیے۔ اپنی تقدیر خود بنانا، دوسروں کے ماحول اور ثقافت کو قبول نہ کرنا بھی اس کا لازمی جزو ہونا چاہیے۔ اقبال کہتے ہیں:

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گِرتا
پُر دم ہے اگر تُو تو نہیں خطرۂ اُفتاد[30]

اقبال نے نوجوانوں کی مروجہ تعلیم و تربیت کو تشویش سے دیکھا کہ مادی کامیابی پر توجہ مرکوز کرنے والی تعلیم نوجوانوں کی ترقی کو شدید حد تک محدود کر سکتی ہے۔ ایک مادیت پسند نظام میں، تعلیم اکثر کردار، تخلیقی صلاحیتوں یا اخلاقی بصیرت کی پرورش کے بجائے محض معاشی طور پر مفید شہری پیدا کرنے کے گرد گھومتی ہے۔ اقبال نے خدشہ ظاہر کیا کہ جب نوجوانوں کو صرف مادی دولت کے حصول کے لیے تربیت دی جاتی ہے تو ان کی روحانی اور فکری صلاحیتیں استعمال نہیں ہوتیں۔ مادیت پر توجہ تعلیم کو محض دنیاوی فائدے کے لیے ہنر حاصل کرنے کی سطح تک محدود کر دیتی ہے، جس کی وجہ سے نوجوان زندگی کے وسیع مقصد اور روحانی ورثے سے گہرا تعلق نہیں رکھتے۔ مادیت پرست نظامِ تعلیم و تربیت غلامانہ ذہنیت کا باعث بنتا ہے اور ملت کے نوجوانوں کو مادیت پرست طاقت کے موجودہ مرکز مغرب سے بے جا متاثر کرتا ہے اور مغرب کی اندھی تقلید و پیروی کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نوجوانوں میں اپنی اعلیٰ مذہبی اور ثقافتی اقدار اور ورثے کے حوالے سے احساسِ کم تری پیدا کرتا ہے۔ ان تمام عوامل کی وجہ سے ملت کے نوجوانوں کی عملی و تخلیقی صلاحیتیں مفقود ہو کر رہ جاتی ہیں اور وہ تن آسانی، لغویات اور ناکارہ پن کی ڈھلان پر پھسلتے چلے جاتے ہیں۔

اقبال کے نقطہ نظر سے، نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کو افراد کو مادی خواہشات کی قید سے آزاد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور انہیں خود شناسی اور ان کی اندرونی طاقت کی دریافت کی طرف رہنمائی کرنا چاہیے۔ ان کا ماننا تھا کہ تعلیم سے نوجوانوں میں انسانیت کی خدمت کا جذبہ بیدار ہونا چاہیے نہ کہ صرف ذاتی مفاد کا۔ اقبال کے خیال میں تعلیم کے لیے خالص مادیت پسندانہ نقطہ نظر کے نتیجے میں بہت سے ایسے نوجوان تیار ہوتے ہیں جو تکنیکی طور پر قابل تو ہوتے ہیں لیکن روحانی طور پر کھوکھلے ہوتے ہیں، جو اپنی برادری کے اخلاقی اور فکری احیاء میں کردار ادا کرنے کے وژن سے محروم ہوتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک نوجوانوں کو اس طریقے سے تعلیم دی جانی چاہیے جو دنیاوی علم کو روحانی حکمت کے ساتھ متوازن کرے، انہیں مادیت سے اوپر اٹھ کر اخلاقی اور اقداری قیادت کے مشعل بردار بننے کی طاقت فراہم کرے۔

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا، شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زورِ حیدری تجھ میں، نہ استغنائے سلمانی[31]

حوالہ جات

[1] حقی، شان الحق، فرھنگ تلفظ، مقتدرہ قومی زبان عمیر پبلیکشنز: رفیع سنٹر اسلام آبا، سن اشاعت ۱۹۹۵ء، ص ۸۲۸

[2] https.www.mirral.com,artical

[3] فرہنگ تلفظ، ص ۲۷۸۹

[4] https.ur.wikipedia.prg.wki

[5] عبد اللطیف خاں، نقشبندی، اسلام و روحانیت امہ علامہ اقبال، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ص ۱۲۴، ۱۲۳

[6] محمد اقبال ڈاکٹر، ارمغان حجاز، نقش ہائے رنگ رنگ، اقبال اکادمی لاہور

[7] محمد اقبال ڈاکٹر، بال جبریل غزل ص 368، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اقبال اکادمی لاہور

[8] اقبال نامہ، جلد دوئم: ص ۴۱

[9] اقبال از عطیہ، ص ۸۲

[10] علامہ اقبال، ڈاکٹر، مسلمان کا زوال، ضرب کلیم، کلیات اقبال، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد۔ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، 532

[11] محمد اقبال ڈاکٹر، ضرب کلیم، مسلمان کا زوال، ص نمبر 532 نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

[12] اقبال کے حضور، ص۵۸،۵۷

[13] محمد اقبال ڈاکٹر ضرب کلیم، اجتہاد، ص 543، اقبال اکادمی پاکستان۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

[14] حمیرا جمیل، بیان اقبال، دعا پبلیکنشنز،۲۰۱۸ء، ص ۸۳

[15] عبد اللطیف خاں، نقشبندی، اسلام و روحانیت امہ علامہ اقبال، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ص ۱۵۳

[16] محمد اقبال ڈاکٹر، اشتراکیت، ص نمبر 648، اقبال اکادمی لاہور۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

[17] ایضا، ص ۱۵۴

[18] اقبال ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص 287، شیخ علی اینڈ سنز لمٹیڈ پبلیکیشرز

[19] اقبال ڈاکٹر، ضرب کلیم، عورت اور تعلیم، ص 608، اقبال اکادمی لاہور۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن

[20] حمیرا جمیل، بیان اقبال، دعا پبلیکیشنز،۲۰۱۸ء، ص ۴۱

[21] اقبال ڈاکٹر، ارمغان حجاز، طبع اول، نومبر 1928، ص 30

[22] اقبال ڈاکٹر، بانگ درا، وطنیت، ص 187، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد۔ اقبال اکادمی لاہور

[23] خالد علوی، پروفیسر، ڈاکٹر، مدیر اعلی، ماہنامہ دعوہ اسلام آباد، اقبال نمبر ۲۰۰۲، جلد ۹، شمارہ ۴، ص ۴۴

[24] اقبال ڈاکٹر، بال جبریل، لینن (خدا کے حضور میں) ص 878، نیشنل بک فانڈیشن اسلام آباد۔ اقبال اکادمی لاہور

[25] ایضا

[26] اقبال ڈاکٹر، بال جبریل، غزل ص 384، نیشنل بک فانڈیشن اسلام آباد۔ اقبال اکادمی لاہور

[27] اقبال ڈاکٹر، ضرب کلیم، "دین و تعلیم "ص 599، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد۔ اقبال اکادمی لاہور

[28] ایضا، "علم اور دین "ص 538

[29] ایضا، "عورت اور تعلیم "ص 508

[30] ایضا، " محراب گل کے افکار "ص 789

[31] اقبال ڈاکٹر، بالِ جبریل، "ایک نوجوان کے نام" اقبال اکادمی لاہور ص 440